AL-AẒVĀ الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 34, Issue, 51 , 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

امت کی تعلیم وتربیت میں آنحضرت ﷺ کا اسلوب

The Style of Holy Prophet in Education and training of Ummah

عبدالقادر بزدار*
عبدالرحمن قاسمی **

Abstract:
The individual and collective upbringing of a society is of vital importance in society's development. Islamic ideal of education favours the training of the individual along with the hypothetical knowledge, as an essential component of the process. Man is the best of all God's creations and his mentoring has been emphasized in The Qur'ān and Sunnah. The Prophet (SAW) has credited hypothetical aspects of knowledge and their practical applications, and the same carries influence was put in person by the Prophet (SAW) himself and by so he made his mark on the heart of the learner and lived up to the Qur'ānic principles of wisdom good preaching and soft reply. The prophet (SAW) depicted the real essence of religion, ethics on morals made sense. His reformative principles never disrespected any individual, repetitive advices used to consider good examples set forth inspirational ways to overcome the evil externally or internally. These learned and competent educational cum monitorial values can merely reform the youth of our respective era.

Key words: Prophetic Style, Education, Training

کسی بھی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں افراد کی تعلیم وتربیت بنیادی حیثیت کی حامل ہے ۔چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور زمین پر صلاح وفسادکے قیام میں اس کا موثر کردار ہے اس لیے قرآن وسنت میں افراد کی تعلیم وتربیت پر خصوصی زور دیا گیاہے ۔یہی وجہ ہے کہ نسل انسانی کی تعلیم وتربیت کےلیے مختلف مراحل سے گزرنے کی تلقین اور طریق کار تمام مذاہب اور تہذیبوں میں ملتاہے۔انسانوں کے اعمال پر اس دنیا میں امن وامان اور فساد وبگاڑ کا دارومدار پہ ہے چنانچہ اسی کے پیش نظر قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ اور سیرت مطہرہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ،گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان ،پاکستان
**لیکچرر،شعبہ علوم اسلامیہ،گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان،پاکستان

کے ذریعے اس عظیم ذمہ داری کی اہمیت اور طریق کار کو بیان کیا گیاہے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے آپ کو اور آنے والی نسلوں کو تمام انسانیت کے لیے مفید اور خیر کا باعث بنائے ۔اس وقت امت مسلمہ کو تعلیم وتربیت میں کمی اور فقدان کا سامناہے جو کہ نہایت لمحہ فکریہ کی بات ہے ۔آنحضرت ﷺ کی سیر ت مطہرہ تمام انسانوں کے لیے اور زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں واضح ہدایات رکھتی ہے ۔آپ ﷺ نے امت کی تعلیم وتربیت میں جس اسلوب کو اختیار فرمایا اور جو طریق کار متعین کیااس پر عمل پیرا ہوکر مطلوبہ اہداف اورمقاصد کا حصول ممکن ہے ۔زیر نظر مقالہ میں آپ ﷺ کے اسلوب تعلیم و تربیت زیر بحث لایا جائے گا ۔

علم کا مفہوم :

علم باب علم یعلم سے مصدر ہے جو جہل کی ضد ہے ۔**(1)**اور اس کا لغوی معنی جاننا ،واقف ہوناہے ،اور جب کسی بات کا یقین ہوجائے تو اسے علم کہتےہیں۔(2)اور اصطلاح میں علم کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں ۔

امام ابو ھلال عسکری ؒ (م-395ھ)لکھتے ہیں :

العلم هو إعتقاد الشئ على ما هو به على سبيل الثقة، والتقليد (3)

"علم کسی شئی پر اعتماد اور تقلید کے طور پر یقین رکھنا ۔"

علامہ جرجانی ؒ(م-816ھ)لکھتے ہیں :

العلم: هو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع (4)

"علم وہ یقینی اعتقاد جو واقعہ کے مطابق ہو۔"

امام زکریا انصاریؒ(م-926ھ)لکھتے ہیں:

العلم هو إدراك الشيء على ما هو به (5)

"علم شئی کی اصل حقیقت کو جاننا ۔"

اسی سے تعلیم وتعلم ہے جن کے درمیان فرق درج ذیل ہے ۔

علامہ عبدالروف مناوی ؒ(م-1031ھ)لکھتے ہیں :

التعليم: تنبيه النفس لتصور المعاني والتعلم تنبه النفس لتصور ذلك (6)

"تعلیم نفس کو متوجہ کرنا مقصود کو معلوم کرنے کے لیے اور تعلم نفس کا متوجہ ہونا معانی کو حاصل کرنے کے لیے ۔"

علامہ مناوی ؒ مزید لکھتے ہیں :

"جب بات کو بار بار کیا جائے یہاں تک وہ بات متعلم کے دل میں بیٹھ جائےاسے تعلیم کہتے ہیں ۔"(7)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہواجب کسی بات کو بار بار کہا جائے تاکہ وہ طالب علم کو ذہن نشین ہوجائے اسے "تعلیم "کہتے ہیں ۔اور جو تعلیم دینے والا ہوتاہے اسے معلم کہتے ہیں ۔

تعلیم کی وضاحت کے بعد اب مختصرا تربیت کی وضاحت کی جاتی ہے ۔

تربیت کا مفہوم :

امام ابن حمزہ کرمانی ؒ (م-505ھ)لکھتے ہیں :

التربية تبليغ الشيء إلى كماله على التدريج (8)

"کسی شئی کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتاہے ۔"

علامہ محمود آلوسی ؒ (م-1270ھ)لکھتے ہیں :

وهي تبليغ الشيء إلى كماله بحسب استعداده الأزلي شيئا فشيئا (9)

"کسی شئی کو اس کی فطری استعدادکے مطابق آہستہ آہستہ کمال تک پہچانا ۔"

مذکورہ تعریفات سے معلوم ہوا کسی بھی انسان کو فطری استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ابتدائی حالت سے حد کمال تک آہستہ آہستہ پہنچانا تربیت کہلاتاہے ۔آپ ﷺ کی بعثت سے قبل جہالت کا یہ عالم تھا کہ انسان بتوں کے آگےسربسجود تھا اور غیرت کے نام پر بچیوں کو درگور کیا جارہاتھا ایک دوسرے کے حقوق پامال کیے جارہے تھے انسانیت اپنے معیار سے گرچکی تھی آپ ﷺ نے امت کی ایسی تعلیم وتربیت کی کہ وہ پیغام اسلام لے کراٹھے اور پوری دنیا پرچھا گئے ۔آپ ﷺ کا اسلوب تعلیم وتربیت کیاتھا اس پرجامع روشنی ڈالی جاتی ہے ۔

تعلیم وتربیت میں تدریج کا لحاظ:

آپ ﷺ نے ہمیشہ تعلیم و تربیت میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے داعیان اسلام کو بھی اصول تدریج کی تلقین فرمائی۔ داعی اسلام کا فرض ہے کہ تدریج کا پہلو کو نظرا نداز نہ کرے تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کو بوجھ مخاطب پر نہ لادا جائے، بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے پیش کرے۔ تدریج کا یہ اصول فرد ارو قوم دونوں کے لیےی ضروری ہے دین ایک مکمل اور جامع نظام ہے اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی حقیقت کو ام المومنین سیدنا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما نزول اول ما نزل منہ سورۃ من الفسل فیھا ذکر الجنۃ والنار، حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام الحلال والحرام، ولا اول شئی: لا تشربوا الخمر ابدا، ولو نزل: لا تزنوا، لقالوا: لا ندع الزنا ابدا۔**(10)**

''قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورت ہے، جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آگئے تب حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اگر بالکل شروع ہی میں حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔''

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت میں تدریج کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے ۔چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کاحاکم بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا اہل کتاب کو پہلےعقیدہ توحیدورسالت کی دعوت دینا اور پھر اس کے بعد نماز وزکوۃ کی تعلیم دینا ۔(**11**)اس حدیث میں بتدریج لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیاگیا۔

آسانیاں پیداکرنے کاحکم :

آپ ﷺ نے دینی معاملات میں شدت پسندی سے منع کیا اورتیسر وآسانی سے کام لینے کا حکم دیا ۔

ارشادنبویﷺ ہے :

« إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ» (**12**)

''دین بہت آسان ہے ۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

«يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا» (**13**)

''آسانی کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔''

آپﷺکو اگر دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی نوبت آتی تو آسانی اور سہولت والے کام کو اختیار کرتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔(**14**) آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات میں یہی اصول کار فرما نظر آتا ہے ۔

انسان فطری طور پر سہولت پسند ہے اس لیے دین کو مشکلات کامجموعہ بنانےکی بجائے جہاں تک ممکن ہو دینی زندگی کو لوگوں کے لیے آسان بنا کر پیش کیا جائے۔ دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا اور مشکل نہ بنان اس کی قبولیت کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس میں سب سے آسان حل کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں:

ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین الا اخذ ایسر ہما ما لم یکن اثما، فان کان اثما کان ابعد الناس منہ، وما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسہ الا ان تنہک حرمۃ اللہ فینتقم اللہ بھا۔(15)

رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو امور میں اختیار نہیں دیا گیا مگر یہ کہ آپؐ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے، رسول اکرمﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپ ؐ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔''

صحابہ کرامؓ نے اگر داعیانہ امور میں اعتدال سے ہٹ کر تشدد کی راہ اپنائی تو آپؐ نے سختی سے منع فرمایا حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک مرتبہ انصار کو مغرب کی نماز پڑھاتے قرات

کو طول دیا حضرت حازمؓ اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چل دیئے اس پر حضرت معاذؓ سخت ناراض ہوئے ۔ حضرت حازمؓ آپؐ کے پاس آئے اورعرض کیا کہ معاذؓ ہمیں بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے آپؐ نے حضرت معاذؓ فرمایا:

''یا معاذ! أفتان أنت؟ أفتان أنت؟ اقرا بکذا، اقرا بکذا۔'' (16)

''اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو، اے معاذلوگوں پرتخفیف کرو۔''

رسول اللہ ﷺنے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

''عن انس قال، قال رسول اللہ ﷺ خیر دینکم ایسرہ، وخیر العبادۃ الفقہ۔'' (17)

''سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو دعوتی مہم پر روانہ فرماتے ہوئے اسی اسلوب دعوت کی تلقین فرمائی۔

مخاطب کا نام لیے بغیر اصلاح کرنا :

آپ ﷺ جب کسی کی بھری محفل میں اصلاح فرماتے تو اس کا نام نہیں لیتے تھے تاکہ اسے شرمساری نہ ہو اور آپ ﷺ کا تادیب میں یہی اسلوب کارفرما تھا ۔ایک مشہور واقعہ ہےکہ ایک شخص نےآپ ﷺ سے آکر عرض کیا (18)ہو سکتا ہے کہ میں باجماعت نماز نہ ادا کرسکوں ،کیونکہ فلا ں شخص(**19**)ہمیں بہت طویل نماز پڑھایا کرتا ہے ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی نبی کریم ﷺ کو غصہ میں نہیں دیکھاآپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ:« أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ المَرِيضَ، وَالضَّعِيفَ، وَذَا الحَاجَةِ» (20)

'' آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسی سختیاں کر کے لوگوں کو دین سے نفرت دلاتے ہو، دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اس چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے اس لئے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضرورت والے بھی ہوتے ہیں۔''

علامہ کرمانیؒ (م -786ھ) اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے «إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ»میں سب کو مخاطب کرکے اصلاح کی متعلقہ شخص کا نام نہیں لیا تاکہ اس شرمندگی نہ ہو اور یہ آپ کی عادت تھی کہ جو ڈانٹ ڈپٹ اور تادیب کا مستحق ہوتا تھا اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو۔''(21)

نماز میں طویل قرآت کرنا ممنوع نہیں ہے،مگر جب کسی کو تکلیف یا عذر کا سامنا ہو تو اس کی ممانعت ہے ۔چونکہ اس طرز پر نماز باجماعت کی ادائیگی معذوروں کے لیے پابندی جماعت میں حارج ہورہی تھی ۔اس لیے آپﷺنے

سختی سے منع فرمایا اور کمال شفقت دیکھیے کہ امام کا نام لیے بغیر تمام افراد کو مخاطب کرکے تنبیہ کی تاکہ حقیقی اور اصل مخاطب شرمسار نہ ہو۔

نرمی سے اصلاح فرمانا:

آپ ﷺ کا عمومی مزاج یہی تھا کہ نرمی کے ساتھ اصلاح فرماتے تھے ۔حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضوراکرمﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے یرحمک اللہ کہدیا لوگوں نے مجھےگھورنا شروع کردیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔آپ ﷺ نے ان کی کیسے اصلاح فرمائی راوی کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے :

> ’’میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر قربان میں نے آپ ﷺ سے پہلے نہ ہی آپ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر کوئی سکھانے والا دیکھا اللہ کی قسم نہ آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا اور نہ ہی مجھے مارا اور نہ ہی مجھے گالی دی پھر آپ ﷺ فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنی درست نہیں بلکہ نماز میں تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے۔ (22)

اسی طرح ایک اور واقعہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کردیا لوگوں نے سختی کرنی چاہی تو فرمایا” اسے چھوڑ دو اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کرنہیں بھیجے گئے۔‘‘ (23)ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے اس کو بلوایا اور فرمایا کہ مساجد میں پیشاب اور کوئی گندگی وغیرہ کرنا مناسب نہیں یہ تو اللہ عزوجل کے ذکر اور قرآن کے لئے بنائی گئی ہیں۔‘‘(24)

علامہ بدر الدین عینیؒ (م-855ھ)نے ایک اور لطیف بات لکھی ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ فرمادیا کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے‘‘ تو بات مکمل ہوگئی پھر یہ کیوں کہا ’’کہ تم سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ‘‘یہ نرمی کے معاملہ میں تاکید کے بعد تاکید کی جارہی ہے -(25)

آپ ﷺ کا تعلیم وتربیت میں عمومی اسلوب یہی تھا کہ مخاطب کو نرمی سے سمجھایا جا ئے اوریہی انداز زیادہ موثر ہوتا ہے ۔

لوگوں کے درمیان شرمساری سے بچانا:

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ ہر شخص کی عزت نفس بحال رہے اور اس کولوگوں کے درمیان شرمساری نہ ہو ،اگر کسی شخص کانماز کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے تو لوگوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے اسے شرمساری محسوس ہوسکتی ہے ایسی صورت حال میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ، ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ» (26)

''جب تم میں سے کسی کا وضو حالت نماز میں ٹوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ناک پکڑ کر نماز سے نکل آئے''۔

ابو سلیمان علامہ خطابی ؒ (م-388ھ)نے اس حدیث کی تشریح میں درج ذیل فوائد لکھے ہیں ۔

1- ناک پکڑ کر نماز سے باہرنکلنے کا حکم اس لیے دیا تاکہ لوگ سمجھیں اس کی نکسیر پھوٹی ہے ۔

2- ناپسندیدہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے ایسا طریقہ بتا یا کہ وہ شرمسار نہ ہو اور یہ چیز ریا کاری یا جھوٹ میں داخل نہیں ہوگی ۔

3- شرم وحیاء باقی رہے ۔

4- وہ لوگوں کے سوالات سے بچ جائے ۔**(27)**

اسی طرح ایک اورحدیث میں آپ ﷺ نے خروج ریح پر ہنسنے والوں کی تعلیم وتربیت کرتے ہوئے فرمایا:

«لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ» (28)

''کہ تم میں سے کوئی شخص اس چیز پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود بھی کرتا ہے۔''

ملا علی قاری ؒ (م-1014ھ)اس حدیث کی تشریح میں لکھتےہیں :

''ہنسنا اچھا نہیں لگتا مگر اس وقت جب کوئی ایسا عجیب وغریب کام پایا جائے جو عام طور پر نہیں پایا جاتا ،اور اس حدیث سے معلوم ہوا کسی دوسرے کی خروج ریح کو نظر انداز کردینا چاہیے تاکہ اسے تکلیف نہ پہنچے ۔''(29)

معلوم ہوا کسی عجیب وغریب واقعہ کی صورت میں تو ہنسنا سمجھ میں آتا ہے مگر ایسا معاملہ جوسب کے ساتھ پیش آتا ہے اس پر ہنسنے سے گریز کرناچاہیے تاکہ دوسروں کی دل آزاری نہ ہو ۔

علامہ طیبی ؒ (م-743ھ)نے اس حدیث سے ایک اور فائدہ مستنبط کیاہے وہ لکھتے ہیں :

''اور اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ عقل مند آدمی کو چاہیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کرنا چاہےتو پہلے وہ خود کو دیکھ لے کہ وہ اس عیب سے پاک ہے یا اس میں بھی پایا جاتاہے ۔اور اگر وہ خود اس عیب سے پاک نہیں ہے تو پھر اس کے لیے بہتر ہے وہ دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے رک جائے ۔''(30)

یہی بات ایک شاعر نے کہی ہے ۔ابن حبیب ؒ نیشاپوری (م -406ھ)لکھتے ہیں :

أرى كل إنسان يرى عيب غيره

ويعمي عن العيب الذي هو فيه **(31)**

میں دیکھتا ہوں کہ ہر انسان دوسرے کا عیب دیکھتا ہے

اور اپنے موجود عیب سے اندھا ہوتا ہے ۔

چونکہ یہ طرز عمل دوسروں کے لیے باعث تکلیف ثابت ہوسکتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت میں ایسا انداز اختیار کیا کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے ۔اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

«مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ اسْتَحْيَا مَوْءُودَةً مِنْ قَبْرِهَا » (32)

''جو شخص کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھے یا اس کی برائی کو جانے اور پھر اس کو چھپا لے تو اس کا درجہ اس شخص کے درجہ کے برابر ہوگا کہ جو زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالے۔''

مسلمان بھائی کے عیوب پر پردہ کی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بچانے کے ساتھ تشبیہ اس طرح ہے کہ جب کسی شخص کے عیوب ظاہر ہوجائیں تو وہ شرم کی وجہ سے گویا مردہ ہوگیا اوریہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں مر ہی جاتا اور یہ رسوائی نہ دیکھنی پڑتی اور جو شخص کسی کے عیوب کو چھپاتا ہے گو یااس نے اس شخص کی شرمندگی کو دور کردیا جو اس کے نزدیک بمنزلہ موت کے تھی یہ زندگی عطا کرنے کے مترادف ہوا ۔(33)

استفہا میہ انداز:

آپ ﷺ کا تعلیم وتربیت میں ایک انداز یہ بھی تھا کہ کسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے سےقبل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے استفسار کرتے ۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

«إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لاَ يَسْقُطُ وَرَقُهَا،وَهِيَ مَثَلُ المُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ ------ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا»(34)

'' کہ رسول ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس میں پت جھڑ نہیں ہوتی اور وہ مومن کے مشابہ ہے(35) مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کے خیال جنگل کے درختوں میں جا پڑے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، مگر میں (کہتے ہوئے) شرما گیا (بالآخر) سب لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ(ہماری سمجھ میں نہیں آیا) آپ ہمیں وہ درخت بتا دیجئے،تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کجھور کادرخت ہے ۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (عمر فاروق) سے، جو میرے دل میں آیا تھا ، بیان کیا تو وہ بولے اگر تو نے یہ کہہ دیا ہوتا، تو مجھے اس سے اور اس سے زیادہ محبوب تھا۔''

امام ابن بطالؒ(م-449ھ)اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں :

قال المهلب: معنى طرح المسائل على التلاميذ لترسخ فى القلوب وتثبت، لأن ما جرى منه فى المذاكرة لا يكاد ينسى (36)

''مہلب نے کہا :شاگردوں سے سوالات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ باتیں راسخ ہوجائیں اس لیے کہ جن چیزوں کا مذاکرہ ہوتاہے وہ جلدی بھولتی نہیں ہیں۔''

ابن بطالؒ مزید لکھتے ہیں:

إنما أراد البخارى بهذا الباب ليبين أن الحياء المانع من طلب العلم مذموم(37)
''امام بخاری کی غرض اس باب (الحیاء فی العلم)کے قائم کرنے سے یہ بیان کرناہےکہ جوحیاء طلب علم سے مانع ہو وہ مذموم ہے ۔''

اس واقعہ سے جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں ۔
(الف) دینی اور شرعی امور کے علاوہ دنیاوی باتوں کی تحقیق بھی کی جاسکتی ہے ۔
(ب) استاد ،طلباء سے ایسے سوالات کرسکتاہے جن سے ان کے علم میں اضافہ ہو۔
(ج) بزرگوں اور بڑوں کی مجالس میں ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے ۔
(د) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں پوچھنے سے شرم نہیں کرنی چاہیے ۔

تمثیلی انداز:

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ باتوں کی توضیح امثلہ سے فرماتے تھے مثلا پانچوں نمازوں کی ادائیگی سے ایسے گناہ مٹ جاتے ہیں جیسے کسی کے گھر کے باہر نہر ہو وہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو میل کچیل ختم ہوجائے گا -(38)اسی طرح اچھے اوربرے ساتھی کی صحبت کو خوشبو والے اور بھٹی کے لوہارسے تشبیہ دے کر سمجھایا -(39)

قصص کے ذریعے تربیت:

قصص میں ایک پر سحر تاثیر ہے جو انسانی نفوس پر اثر انداز ہوتی ہے جب انسان کوئی قصہ پڑھتا ہے یا سنتا ہے وہ اس قصہ کے افراد اور واقعات سے جدا نہیں رہتا بلکہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر قصہ کے واقعات میں شریک ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے انسان کے اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتا ہے اور ان سے متاثر ہوتا ہے قصص کو بطور ذریعہ تربیت اختیار کیا ہے اور قصص کی تمام قسمیں اختیار کی ہیں۔ اس بابت محمد قطب اپنی کتاب ' اسلام کا نظام تربیت' میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس ضمن میں تاریخی قصص اور تمثیلی قصص بیان کیے ہیں جن سے مثال دینا مقصود ہے:

''پہلی قسم کے قصص میں انبیاء کے قصص ہیں اور نبوت کی تکذیب کرنے والوں کے واقعات اور اس کے نتیجہ میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کا بیان ہے جیسے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ، حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ نبی اسرائیل کے واقعات، حضرت نوحؑ اور ان کی قوم اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے قصص ہیں۔''(40)

رسول اکرمﷺ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں پیچیدہ بات، موازنہ اور مثال کے ذریعے سمجھا کر آسان بنا دیئے جس کی مثال یوں ہے:

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ

''بنو جہینہ کی ایک عورت رسول کریمﷺکی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض کیا میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن پہلے ہی انکا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں، فرمایا اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتاتو ادا کرتیں کہ نہ ؟ اس نے جواب دیا ہاں، تو آپؐ نےفرمایا جب یہ ہے تو اللہ کا حق بھی ادا کرو، اللہ تعالیٰ کا حق پورا کرنا تو اور ضروری ہے۔''(41)

باتوں کو دہرانا:

آپ ﷺکئی مرتبہ ایک بات کو بار بار دہراتے تھےاور گفتگو کو اجزاء میں تقسیم کرکے مکمل کرتے تھےتاکہ ان کا احاطہ ممکن ہو۔ اس کی متعدد مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں ۔مثلا ایک مرتبہ حضرت معاذ کو نصیحت سےقبل تین بارپکارا۔(42)

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینیؒ(م-855ھ)لکھتے ہیں :

''آپ ﷺ کا اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ ہمہ تن گوش ہوکر متوجہ ہوں اور اچھی طرح بات کو سمجھ لیں اور بار بار بات کرنے سے اس طرف بھی اشارہ کرنا تھا کہ جو بات کہی جارہی وہ بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔''(43)

رسول اللہﷺ اپنی گفتگوکے مضمون کو مؤکد کرنے اور مخاطب کے ذہن میں اس کی اہمیت کو بٹھانے کے لیے، بات کی اہمیت کو ظاہر کرنےکے لیے تین مرتبہ دہراتے تھے۔ امام بخاریؒ نے باب(من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ) جس نے اپنی بات کو سمجھانے کے لیے تین مرتبہ دہرایا دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آپ جب کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ لی جائے۔(44)

کبھی کبھی بات کی اہمیت کے پیش نظر بیٹھنے کا انداز بدلنا اور بات کو کئی بار دہرانا آپؐ کا معمول تھا۔ یہ بار بار دہرانا سننے والوں کے ذہنوں کو بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے تھا۔

خلاصہ کلا م :

آپ ﷺ نے امت کی تعلیم وتربیت میں ان کی نفسیات اور تدریج وتیسیر کو مد نظر رکھا اور بعض عقلی باتوں کو امثلہ سے واضح کیا اور دوران گفتگو آہستہ آہستہ بات کو بار بار دہر ا کر مکمل کرتے تاکہ مخاطب اس کواچھی طرح سمجھ لے اور تادیب واصلاح میں لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے اور بسااوقات کسی بات کو بیان کرنے سےقبل استفہامیہ انداز اختیار کرتے تاکہ لوگوں کی دلچسپی مزید بڑھے آج نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت میں اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو مطلوبہ اہداف ومقاصد بالکلیہ حاصل کیے جاسکتے ہیں ۔

حواشی و حوالہ جات

-1 خلیل ابن احمد،کتاب العین ،دار ومکتبۃ الھلال ،س ن ،152/2
-2 الفیومی،احمد بن محمد،المصباح المنیرفی غریب شرح الکبیر ،بیروت ،المکتبۃ العلمیہ،س ن ،427/2
-3 العسکری، حسن بن عبداللہ ،ابو ھلال ،الفرق اللغویۃ،القاہرہ ،دار العلم والثقافۃ،س ن ،97/1
-4 الجرجانی ،علی بن محمد الشریف ،کتاب التعریفات ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ،1403ھ،ص155
-5 الانصاری،زکریا بن محمد ،الحدود الانیقۃ،والتعریفات الدقیقۃ،بیروت ،دارالفکر،1411ھ،ص66
-6 المناوی ،عبدالروف،التوقیف علی مھمات التعاریف ،القاہرہ،عالم الکتب ،1410ھ،ص102
-7 المناوی ،التوقیف علی مھمات التعاریف ،ص102
-8 الکرمانی ،محمود بن حمزہ،غرائب التفسیر وعجائب التاویل،بیروت ،موسسۃ علوم القرآن،س ن ،97/1
-9 آلوسی ،محمود بن عبداللہ ،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ، 1425ھ،80/1
-10 بخاری،محمد بن اسماعیل ،ابو عبداللہ ، الجامع الصحیح ،کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن،رقم الحدیث :4993، ص896
-11 مسلم بن حجاج ،الامام ، الصحیح ،بیروت ،داراحیاء التراث العربی ،س ن ،50/1،رقم الحدیث :29
-12 بخاری، الجامع الصحیح ،دار طوق النجاۃ ،1422ھ،رقم الحدیث :39، 16/1
-13 الجامع الصحیح ،جلد1،صفحہ25،رقم الحدیث:69
-14 البخاری،الجامع الصحیح ،جلد4،صفحہ189،رقم الحدیث:3560
-15 امام مالک الموطا،کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی حسن الخلق،رقم الحدیث:690، ص 555
-16 ابی داؤد، سنن،کتاب الصلوۃ، باب تخفیف الصلوۃ، رقم الحدیث:790، ص 123
-17 ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ، الجامع بیان العلم و فضلہ، باب تفضیل العلم علی العبادۃ۔ ادارۃ الطباعہ المنیریہ، مصر، ۲۱/۱
-18 وہ صحابی حضرت حزم بن ابی کعب تھے بعض نے کہا سلیم بن حارث تھے ۔(ابن حجر عسقلانی ،احمد بن علی ،فتح الباری،بیروت، دارالمعرفۃ 1379ھ،252/1)
-19 حضرت معاذ بن جبل مراد ہیں اوربعض نے کہا حضرت ابی بن کعب تھے ۔(ابن حجر،فتح الباری ،252/1)
-20 الجامع الصحیح ، رقم الحدیث:1،30/90
-21 الکرمانی ،محمد بن یوسف،شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری،بیروت،داراحیاءالتراث العربی،1401ھ، 79/2
-22 مسلم ،رقم الحدیث :33 ،381/1
-23 الجامع الصحیح ،رقم الحدیث:8،30/6128
-24 مسلم ،رقم الحدیث:100 ،236/1
-25 بدر الدین عینی ،محمودبن احمد ،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری،بیروت ،دار احیاء التراث العربی ،س ن ،128/3
-26 ابو داؤد،سلیمان بن اشعث ،السجستانی ،السنن ،بیروت ،المکتبۃ العصریہ،س ن ،291/1،رقم الحدیث:1114
-27 الخطابی ،حمد بن محمد ،ابو سلیمان ،معالم السنن،حلب ،المطبعۃ العلمیۃ،1351ھ،248/1
-28 البخاری،الجامع الصحیح ،رقم الحدیث:4942 ،169/6
-29 ملا علی قاری،علی بن محمد ،مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ،بیروت ،دارالفکر،1422ھ،2119/5

30- الطیبی،الحسین بن عبداللہ ،شرف الدین ،شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح ،الریاض ،مکتبہ نزار مصطفی الباز،1417ھ، 2327/7
31- ابن حبیب ،الحسن بن محمد ،النیسا بوری ،عقلاء المجانین ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ،1405ھ،ص53
32- احمد بن حنبل ،الامام ،المسند،موسسۃ الرسالۃ،1421ھ،رقم الحدیث:17447، 651/28
33- الطیبی ،شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح ،3191/10
34- البخاری،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:1، 38/131
35- مومن کی کھجورکے درخت سے وجہ تشبیہ اس طرح ہے کہ جیسے کھجور کے پتے کبھی نہیں گرتے ،ہمیشہ رہتے ہیں ،اسی طرح مومن ہمیشہ ،نماز،روزہ،ذکر اللہ اور دیگر خیر اور بھلائی کے کام کرتا رہتاہے یہ کام اس سے منقطع نہیں ہوتے۔ (ابن بطال،علی بن خلف،ابو الحسن،شرح صحیح البخاری،الریاض،مکتبہ الرشد،1423ھ،141/1)
36- ابن بطال،شرح صحیح البخاری، 141/1
37- ابن بطال،شرح صحیح البخاری،210/1
38- البخاری،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:1، 112/528
39- البخاری،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:128 ، 37/1
40- محمد قطب، اسلام کا نظام تربیت، اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور 1980ء، ص 318
41- ابو غدہ، شیخ عبدالفتاح، حضورؐ استاد و مربی، مترجم: شمس الحق ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی،س ن،۹۳،۹۴
42- البخاری،الجامع الصحیح ،رقم الحدیث:2101 ، 63/3
43- بدر الدین عینی ،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری،87/23
44- ابو غدہ، شیخ عبدالفتاح، حضورؐ استاد و مربی،148